بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ (النساء ۲۳)

حُرمتِ رضاعت

پانچ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے

جامعہ عربیہ بنوری ٹاؤن کے ایک فتویٰ کا
علمی و تحقیقی جائزہ

تحریر

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

شائع کردہ

مدرسہ امّ المؤمنین حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما
بلاک نمبر ۳۸، کیماڑی، کراچی۔ فون: ۲۸۵۳۰۱۱

جامعہ عربیہ بنوری ٹاؤن کے فتویٰ کا عکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوہاب
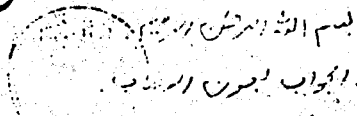
صورت مسئولہ میں جب آپکے بیٹے نے آپکی بہن کا مدت رضاعت میں دودھ پیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگئی ہے اور آپکا بیٹا آپکی بہن کا رضاعی بیٹا بن گیا اور بہن کی تمام اولاد اس کے رضاعی بھائی بہن بن گئے ہیں جس طرح حقیقی بھائی بہن کی اولاد سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔ اسی طرح رضاعی بھائی بہن کی اولاد سے بھی نکاح ناجائز و حرام ہے۔ لہذا آپکے بیٹے اور بہن کی لڑکی کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ واضح رہے کہ ایک مرتبہ دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اس پر قرآن پاک اور کثیر صحیح احادیث شریفہ سے قوی دلائل موجود ہیں۔ اور جمہور صحابہ کرام رض اور جمہور علماء امت کا بھی یہی مسلک ہے۔ دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔ سورۃ النساء

ترجمہ۔ اور حرام ہیں تم پر تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں۔ اس آیت شریفہ میں مطلق رضاعت کو سبب حرمت قرار دیا گیا ہے قلیل و کثیر کی کوئی تفریق نہیں کی گئی۔

(۲) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یحرم من الرضاع ما یحرم من

ترجمہ۔ حرام ہو جاتا ہے رضاعت سے وہ رشتہ جو حرام ہو جاتا ہے نسب سے رشتہ

اس حدیث شریف میں مطلق رضاعت کو سبب حرمت قرار دیا گیا ہے قلیل و کثیر کی کوئی تحدید نہیں کی گئی۔

(۳) حضرت ... سے مرفوع روایت ہے۔ یحرم من الرضاع

دودھ پلانے کا ذکر نہیں ہے یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ الفاظ بھی
بعد میں منسوخ ہو گئے تھے۔ اور ممکن ہے کہ ان الفاظ کا منسوخ ہونا بالکل
آخر زمانہ نبوی) میں ہوا ہو۔ اس لئے حضرت عائشہ رضہ کو پتہ نہ چلا ہو۔
ورنہ اگر یہ الفاظ منسوخ نہ ہوتے تو یہ ممکن تھا کہ وہ ان الفاظ کو مصحف
عثمانی میں شامل کرانے کی کوشش نہ کرتیں ورنہ رافضیوں شیعوں
کا یہ دعوی صحیح ہوگا کہ صحابہ کرام نے قرآن پاک میں تحریف کر دی۔
امام نووی رح نے مسلم شریف کی شرح میں اس حدیث کا یہی جواب دیا
ہے (ج۱ ص۴۶۹) اور منسوخ شدہ الفاظ سے استدلال کیسے کیا جا سکتا ہے۔
دوسری حدیث دامانوی صاحب نے حضرت سہلہ بنت سہیل رضہ
کا واقعہ ذکر کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوان
داڑھی والے آدمی سالم کو دودھ پلانے کا حکم دیا۔ حالانکہ یہ حدیث بھی باتفاق
تمام صحابہ کرام رضہ اور پوری امت کے علماء کے اجماع سے منسوخ ہے۔ اور اگر
غیر مقلدین اس حدیث کو منسوخ نہیں مانتے تو کیا اب بھی یہ حضرات
کسی جوان کو . . . بیوی کا پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر دودھ پلا کر رضاعی بیٹا
بنانا پسند کریں گے؟
اور دامانوی صاحب کی باقی ذکر کردہ احادیث سے اخذ کردہ
مطلب بھی اسی طرح ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور یہ تمام احادیث
حضرت علی رضہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ کی روایات سے منسوخ
ہیں منسوخ ہونے کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس) رضہ کی حدیث ہے۔

فقط۔ واللہ اعلم بالصواب
عبدالستار عاکف
دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
۱۱ / جمادی الثانی / ۱۴۲۰ھ
22 / ستمبر / ۱۹۹۹ء

الجواب صحیح
محمد عبدالسلام

محمد عبدالمجید [illegible]

حرمتِ رضاعت پانچ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے!

[جامعہ عربیہ، بنوری ٹاؤن کے ایک فتویٰ کا علمی وتحقیقی جائزہ]

چند دن قبل راقم الحروف نے ایک سائل کے جواب میں ایک فتویٰ جاری کیا تھا، جس میں واضح کیا تھا کہ ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ سائل نے اپنے سوال میں پوچھا تھا کہ اس کے بیٹے نے اپنی پھوپھی کا ایک مرتبہ دودھ پیا ہے۔ کیا ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی؟ اس کے جواب میں، میں نے صحیح وصریح احادیث کے ذریعے واضح کیا تھا کہ بچہ جب تک پانچ مرتبہ کسی خاتون کا دودھ نہ پی لے تو اس وقت تک حرمت ثابت نہیں ہوسکتی۔

لیکن اس فتویٰ پر جامعہ عربیہ، بنوری ٹاؤن کے مفتی عبدالستار نے تعاقب کرتے ہوئے لکھا:

"واضح رہے کہ ایک مرتبہ دودھ پینے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، اس پر قرآنِ پاک اور کثیر صحیح احادیثِ شریفہ سے قوی دلائل موجود ہیں۔ جمہور صحابہ کرامؓ اور جمہور اُمت کا بھی یہی مسلک ہے" (ص ۲)

اس مسئلہ پر مفتی صاحب نے قرآنِ پاک اور احادیثِ صحیحہ سے جو قوی دلائل بیان کئے ہیں، ان کا ذکر ہم سولہ صفحات کے بعد کر رہے ہیں جس کے ساتھ ساتھ نکتہ بہ نکتہ ان کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہ مسئلہ واضح ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینے سے ہی حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے اور پانچ مرتبہ سے کم دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس سلسلہ کے چند دلائل پیش خدمت ہیں:

(۱) عن عائشة أنها قالت: كان فيما أنزل من القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفي رسول الله ﷺ وهي فيما يقرأ من القرآن (صحیح مسلم، جلد اوّل: ص ۴۶۹ عربی / موطأ امام مالک)

"عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے قرآنِ کریم میں دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت کا حکم نازل ہوا تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور پانچ بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا حکم نازل ہوگیا اور جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو یہ حکم قرآنِ حکیم میں تلاوت کیا جارہا تھا"

یہ حدیث اپنے دعویٰ پر بالکل صریح ہے اور اس واضح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک کوئی بچہ پانچ بار کسی خاتون کا دودھ نہیں پی لے گا تو اس وقت تک حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ اس

حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ شروع میں دس رضعات سے حرمت ثابت ہوا کرتی تھی پھر یہ آیت اور اس کا حکم دونوں منسوخ ہو گئے اور پھر قرآنِ کریم میں پانچ رضعات کا حکم نازل ہوا اور اس آیت کی تلاوت نبیؐ کی وفات تک ہوتی رہی، پھر آپ کی وفات سے پہلے اس آیت کی تلاوت منسوخ ہو گئی، البتہ اس کا حکم باقی رہ گیا۔اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ حکم قرآنِ کریم کی آیت میں موجود تھا اور صحابہ کرامؓ اس کی تلاوت کرتے رہے۔مفتی صاحب اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

''دامانوی صاحب نے سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت نقل کی حالانکہ یہ حکم باتفاق جمہور صحابہ کرامؓ اور جمہور علماءِ امت منسوخ ہے اور اس نسخ کی دلیل یہ ہے کہ قرآنِ پاک میں کہیں بھی پانچ مرتبہ دودھ پلانے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ الفاظ بھی بعد میں منسوخ ہو گئے تھے۔ اور ممکن ہے کہ ان اَلفاظ کا منسوخ ہونا بالکل آخر زمانہ نبویؐ میں ہوا ہو۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پتہ نہ چلا ہو۔ ورنہ اگر یہ اَلفاظ منسوخ نہ ہوتے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ ان الفاظ کو مصحفِ عثمانی میں شامل کرانے کی کوشش نہ کرتیں۔ ورنہ رافضیوں شیعوں کا یہ دعویٰ صحیح ہوگا کہ صحابہ کرامؓ نے قرآنِ پاک میں تحریف کردی۔ امام نوویؒ نے مسلم شریف کی شرح میں اس حدیث کا یہی جواب دیا ہے (ج ۲،ص ۴۶۸) اور منسوخ شدہ الفاظ سے اِستدلال کیسے کیا جاسکتا ہے۔ (ص ۴،۵)

مفتی صاحب نے اس حدیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن یہ ان کا دعویٰ ہے کہ جس کی کوئی دلیل انہوں نے ذکر نہیں کی۔ مفتی صاحب نے لکھا ہے:

''ممکن ہے کہ ان اَلفاظ کا منسوخ ہونا بالکل آخر زمانہ نبویؐ میں ہوا ہو''

یہ مفتی صاحب کا نرا احتمال ہے اور صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے ان کے احتمال کو ماننا مشکل ہے۔ اصولِ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ **إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** "جب احتمال آ گیا تو استدلال باطل ہو گیا'' جبکہ حضرت عائشہؓ کا فتویٰ اور عمل بھی اسی حدیث کے مطابق تھا۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے: "**هو مذهبها وبه كانت تُفتِي وتَعْمَل**" (یہی آپؓ کا موقف تھا اور اسی کے مطابق آپ فتویٰ دیا کرتیں) (فتح المالک بتبویب التمہید ابن عبدالبر علیٰ موطأ الامام مالک: ۴۶۱/۷)

منسوخ کا حکم لگانے میں علماء کی اِحتیاط

بقول مفتی صاحب، حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اس حدیث کے منسوخ ہونے کا پتہ تو پوری زندگی نہ چل سکا۔ معلوم نہیں مفتی صاحب کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ مفتی محمد یوسف لدھیانوی منکرین حدیث کا رڈ کرتے ہوئے اور آیت رجم کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اوّل یہ کہ کسی حکم شرعی کے بارے میں جو آنحضرتؐ سے ثابت ہو، نسخ کا دعویٰ کرنا بہت ہی سنگین بات ہے۔ اور اس کے لئے نقل صحیح کی ضرورت ہے، محض قیاس وگمان سے نسخ کا دعویٰ کرنا جائز نہیں"...... حافظ سیوطی الاتقان (۲:۲۳) میں لکھتے ہیں:

قال ابن الحصار: إنما يرجع فى النسخ إلى نقل صريح عن رسول الله ﷺ أوعن صحابى يقول إن آية كذا نَسَخت كذا. قال وقد يحكم به عند وجود التعارض المقطوع به مع علم التاريخ ليعرف المتقدم والمتأخر. قال ولا يعتمد في النسخ قول عوام المفسرين بل ولا اجتهاد المجتهدين من غير نقل صحيح ولا معارضة بينة لأن النسخ يتضمن رفع واثبات حكم تقرر فى عهده ﷺ والمعتمد فيه النقل والتاريخ دون الرأي والاجتهاد

"ابن حصار کہتے ہیں کہ نسخ کے باب میں صرف نقل صریح کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے یا کسی صحابی سے منقول ہو کہ فلاں آیت نے فلاں حکم منسوخ کردیا، اور نسخ کا حکم اس وقت بھی کیا جاسکتا ہے جب کہ دونصوں میں قطعی تعارض ہو، اور ساتھ ہی تاریخ بھی معلوم ہو تا کہ متقدم اور متاخر کو معلوم کیا جاسکے اور نسخ کے باب میں عام مفسرین کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ بغیر نقل صحیح اور واضح تعارض کے بغیر مجتہدین کے اجتہاد پر بھی اس باب میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ نسخ کا مطلب ایک ایسے حکم کے اُٹھانا ہے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں ثابت ہو اور اس کی جگہ پر دوسرے حکم کو رکھنا ہے۔ اس بارے میں لائق اعتماد نقل صریح یا قطعی تاریخ ہی ہوسکتی ہے نہ کہ محض رائے اور اجتہاد" آگے لکھتے ہیں:

"سوم: نسخ کی یہ صورت کہ کسی آیت کے اَلفاظ منسوخ ہوجائیں اور حکم باقی رہے۔ اگرچہ بعض معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ لیکن باتفاقِ اہل حق یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی عقلی یا شرعی مانع نہیں، کیونکہ بہت سے اَحکام ایسے ہیں جن کو نظم قرآن میں شامل نہیں کیا گیا، لیکن بذریعہ وحی آنحضرت ﷺ نے تشریع فرمائی، پس جس طرح یہ جائز ہے کہ ایک حکم ابتداءً وحی متلو کی حیثیت رکھتا ہو لیکن بعد میں اس کی تلاوت اُٹھالی جائے اور حکم باقی رہے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ اس لئے جس طرح پہلی صورت جائز ہے اور اس پر کوئی عقلی استحالہ لازم نہیں آتا۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے" (ماہنامہ 'بینات' کراچی: جلد ۳۹، شمارہ ۱، ۲/رجون وجولائی ۱۹۸۱ء)

مفتی صاحب نے اس خدشہ کا بھی اظہار کیا ہے کہ اگر اس روایت کو مان لیا جائے تو شیعہ اور روافض کا قرآنِ کریم کے بارے میں یہ دعویٰ صحیح ہوجائے گا کہ قرآنِ کریم میں تحریف ہوچکی ہے اگر مفتی صاحب کے اس خدشہ کو صحیح مان لیا جائے تو پھر وہ اس طرح کی دوسری روایات کے متعلق کیا طرزِ عمل

اختیار کریں گے؟ اس سلسلہ کی ایک مثال پیش خدمت ہے، چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا:

إن الله بعث محمدﷺ بالحق، وأنزل عليه الكتاب فكان مما أنزل الله آية الرجم فقرأناها ووعيناها رجم رسول الله ﷺ ورجمنا بعده فأخشى أن طال

بالناس زمان أن يقول قائل: والله ما نجد آية الرجم في كتاب الله فيضلوا بترك فريضة أنزلها الله، والرجم في كتاب الله حق على من زنى إذا أحصن من الرجال والنسآء إذا قامت البينة أو كان الحبل أو الاعتراف ثم إنا كنا نقرأ فيما نقرأ من كتاب الله أن لا ترغبوا عن أبائكم فإنه كفر بكم أن ترغبوا عن أبائكم أو إن كفر بكم أن ترغبوا عن آبائكم"

''بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپؐ پر کتاب نازل فرمائی اور اسی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے آیتِ رجم بھی نازل فرمائی۔ ہم نے اس آیت کو پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا اور اس کو یاد رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے (اس آیت کے مطابق) رجم کیا اور ہم نے بھی آپؐ (کی وفات) کے بعد رجم کیا۔ اب میں ڈرتا ہوں، کہیں ایک مدت گزر جائے اور کوئی کہنے والا یوں کہے کہ اللہ کی قسم رجم کی آیت تو ہم اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے۔ اور اللہ کا ایک فرض جس کو اس نے اُتارا، ترک کر کے گمراہ ہو جائے۔ اور رجم اللہ کی کتاب میں حق ہے۔ جب شادی شدہ مرد اور عورتیں زنا کریں جب ان پر گواہ قائم ہو جائیں یا حمل موجود ہو یا زنا کا اعتراف کیا جائے (تو انہیں رجم کیا جائے گا) پھر ہم کتاب اللہ میں یہ آیت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ ''تم اپنے باپوں سے اپنا نسب منقطع نہ کرو کہ یہ کفر کی بات ہے'' (صحیح بخاری)

مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحب آیتِ رجم نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ بھی من جملہ ان آیات کے ہے جو قرآن کریم میں نازل ہوئی تھیں، بعد میں منسوخ ہو گئیں مگر ممانعت کا حکم اب بھی باقی ہے'' (ماہنامہ 'بینات' ص ۱۰۲، ایضاً)

فتوفى رسول الله ﷺ وهي فيما يقرأ من القرآن کا مفہوم

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں یہ الفاظ کہ ''نبی ﷺ کی وفات ہوگئی اور ان آیات کو قرآنِ کریم میں تلاوت کیا جارہا تھا'' ان الفاظ کا صحیح مفہوم ہم نے امام نوویؒ سے اگلے صفحہ پر نقل کر دیا ہے۔ یہ روایت مالك عن عبدالله بن أبي بكر عن عمرة عن عائشةؓ کی سند سے ہے۔ امام طحاویؒ نے اس پیچیدگی کو دور کرنے کے لئے القاسم بن محمد عن عمرة عن عائشة اور يحيىٰ بن سعيد عن عمرة عن عائشة کی سندوں سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں اور وہ احادیث یہ ہیں:

(۱) حدثنا محمد بن خزيمة ثنا حجاج بن منهال ثنا حماد بن سلمة عن عبدالرحمٰن بن القاسم عن القاسم بن محمد عن عمرة عن عائشة قالت كان مما نزل من القرآن ثم سقط لايحرم من الرضاع إلاعشر رضعات ثم نزل بعد أو خمس رضعات (مشکل الآثار: ج ۳، ص ۶، طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت)

"قرآن کریم میں پہلے دس بار دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت کا حکم نازل ہوا تھا پھر یہ حکم ساقط کردیا گیا (یعنی منسوخ ہوگیا) پھر یہی خمس رضعات کا حکم نازل ہوا"

(۲) حدثنا روح ابن الفرج ثنا يحيىٰ بن عبدالله بن أبي بكر حدثني الليث بن سعد عن يحيىٰ بن سعيد عن عمرة عن عائشة قالت أنزل في القرآن عشر رضعات معلومات ثم أنزل خمس رضعات (مشکل الآثار: ج ۳، ص ۶)

"حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ قرآن ہی میں دس بار دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت کا حکم نازل ہوا پھر خمس رضعات کا حکم نازل ہوا"

يحيىٰ بن سعيد عن عمرة عن عائشة والی روایت صحیح مسلم میں بھی ہے اور امام مسلم نے بھی اس حدیث کے بعد ہی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث سے اوپر والی حدیث کو تقویت بھی پہنچائی ہے اور اس حدیث کے ذریعے اس کا مفہوم بھی واضح کر دیا ہے۔ امام طحاویؒ کا خیال ہے کہ اس حدیث میں یہ الفاظ عبداللہ بن ابی بکر کا وہم ہے اور دوسری روایات اس کی وضاحت کرتی ہیں۔ کیونکہ ان دو راویوں کی روایات میں یہ الفاظ "نبی ﷺ کی جس وقت وفات ہوئی تو یہ حکم قرآن حکیم میں تلاوت کیا جارہا تھا" موجود نہیں ہیں۔ خمس رضعات کا حکم نبی ﷺ کے بالکل آخری دور میں نازل ہوا تھا اور نبی ﷺ نے اسی حکم کے مطابق سہلہ بنت سہیلؓ کو حکم دیا تھا: أرضعيه خمس رضعات یعنی "سالمؓ کو پانچ بار دودھ پلاؤ" (موطأ امام مالک) البتہ ان آیات کی تلاوت کا حکم تو منسوخ ہوگیا تھا لیکن ان کا شرعی حکم باقی رہا جیسا کہ اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

کیا امام نوویؒ نے بھی اس حدیث کی یہی تاویل کی ہے؟

مفتی صاحب کے خدشہ کے مطابق آیتِ رجم اور مندرجہ بالا آیت کی وجہ سے بھی رافضیوں کو اپنا دعویٰ درست کرنے کے مواقع مل سکتے ہیں؟ مفتی صاحب نے پانچ رضعات والی حدیث کی جو تاویل بلکہ تحریف کی ہے، اس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ امام نوویؒ نے اس حدیث کی یہی تاویل کی ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب کی صداقت کو جانچنے کیلئے ہم امام نوویؒ کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"وقولها فتوفى رسول الله ﷺ وهنّ فيما يُقرأ هو، بضمّ الياء مَن يقرأ ومعناه

أن النسخ بخمس رضعات تأخر إنزاله جدًا حتى إنه ﷺ توفي وبعض الناس يقرأ خمس رضعات ويجعلها قرءأنا متلوًا لكونه لم يبلغه النسخ لقرب عهده فلما بلغهم النسخ بعد ذلك رجعوا عن ذلك وأجمعوا على أن هذا لايُتلى والنسخ ثلاثة أنواع: أحدها: ما نسخ حكمه وتلاوته كعشر رضعات والثاني: مانسخت تلاوته دون حكم كخمس رضعات وكالشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما والثالث: ما نسخ حكمه وبقيت تلاوته وهذا هوالأكثر ومنه قوله تعالى ﴿الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ﴾ الآية والله أعلم" (شرح نووی: ج۱،ص۴۶۸)

"اور عائشہ صدیقہؓ کا قول کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور یہ آیات قرآن کریم میں تلاوت کی جاری تھیں اور یُقرأ یا کے پیش کے ساتھ ہے (یعنی یُقرَأ صیغہ مجہول ہے) اور ان آیات کو کون پڑھتے تھے، اس کے معنی یہ ہیں کہ خمس رضعات کا نسخ بہت ہی دیر میں ہوا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور بعض لوگ خمس رضعات کی آیات پڑھتے رہے اور انہیں قرآن ہی کو سمجھتے رہے۔ اس لئے کہ انہیں ان کی تلاوت کے نسخ کے متعلق زمانے کے قریب ہونے کی بنا پر حکم نہیں پہنچا تھا۔ پھر جب انہیں ان کا نسخ معلوم ہوا تو انہوں نے ان سے رجوع کرلیا۔ (یعنی ان کو تلاوت کرنا چھوڑ دیا) اور اس پر اجماع ہوگیا کہ ان کی تلاوت نہیں کی جائے گی۔

اور نسخ کی تین قسمیں ہیں: پہلا وہ کہ جس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوجائیں جیسا کہ عشر رضعات (دس بار دودھ پینے کا حکم) اور دوسرا وہ کہ جس کی صرف تلاوت منسوخ ہوجائے لیکن اس کا حکم باقی ہو جیسا کہ خمس رضعات (پانچ بار دودھ پلانے کا حکم) اور (دوسری آیت) جب شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں تو ان دونوں کو سنگسار کردو اور تیسری قسم وہ ہے کہ جس کا حکم منسوخ ہوگیا لیکن اس کی تلاوت باقی رہ گئی اور اس طرح کی آیات بہت سی ہیں جن میں سے یہ آیت بھی ہے: "تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لئے وصیت کر جائیں" الایۃ واللہ اعلم

امام نوویؒ آگے لکھتے ہیں:

"منها إن بعضهم ادّعى أنها منسوخة وهذا باطل لا يثبت بمجرد الدعوىٰ ومنها أن بعضهم زعم أنه موقوف على عائشة وهذا خطأ فاحش بل قد ذكره مسلم وغيره من طرق صحاح مرفوعًا من رواية عائشة ومن رواية أمّ الفضل ومنها أن بعضهم زعم أنه مضطرب وهذا غلط ظاهر وجسارة على ردّ السنن بمجرد الهوىٰ وتوهين صحيحها لنصرة المذاهب وقد جاء في اشتراط العدد أحاديث كثيرة والصواب اشتراطه قال القاضي عياض وقد شذ بعض الناس

فقال لایثبت الرضاع إلا بعشر رضعات وهذا باطل مردود والله اعلم (شرح مسلم)

''اور بعض لوگوں نے اس حدیث کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور یہ قول باطل ہے کیونکہ مجرد دعویٰ سے تو کوئی بات ثابت نہیں ہوتی، اور بعض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث عائشہ صدیقہؓ پر موقوف ہے اور یہ قول صریح غلطی ہے بلکہ امام مسلم وغیرہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ سے صحیح سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے اور اسی طرح اُمّ الفضل سے بھی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے اور یہ قول کھلی غلطی اور نفسانی خواہشات کی بنا پر سنتوں کو رد کرنے کی جسارت ہے اور اپنے مذاہب کی نصرت کی خاطر احادیث صحیحہ کی توہین ہے اور (رضاعت کی) تعداد کے بارے میں احادیث کثیرہ موجود ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ (رضاعت کی) تعداد (خمس رضعات) ثابت ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ شاذ قول بھی ہے کہ دس رضعات کے بغیر رضاعت ثابت نہیں ہوتی لیکن دس رضعات والا قول باطل و مردود ہے'' واللہ اعلم

اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے احادیث میں تحریف کس نے کی؟

اس وضاحت سے معلوم ہوگیا کہ مفتی صاحب نے یہاں پر علمی خیانت کا ارتکاب کیا۔ ہے اور مغالطہ، اور دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ''اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' والی مثال پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''جناب دامانوی صاحب نے دھوکہ دہی اور حق کو چھپانے میں یہود اور عیسائیوں کو بھی مات دے دی کہ صحیح مسلم شریف میں سے صرف چار اَحادیث اپنے مطلب کو پورا کرنے کے لئے ذکر کردیں۔ جبکہ ان سے پہلے امام مسلمؒ نے جو تقریباً بائیس صحیح احادیث بیان کی ہیں جن میں مطلق رضاعت کو سبب حرمت بیان کیا گیا ہے، تھوڑے یا زیادہ کی کوئی قید نہیں ہے اور جو جمہور صحابہ کرامؓ و جمہور اُمت کے دلائل ہیں، ان کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ عموماً یہ حضرات اپنے مزعومہ مسائل میں بخاری بخاری کی رَٹ لگاتے ہیں تو کیا ان کو اس بارے میں بخاری کی صحیح روایات نظر نہیں آئیں۔ جبکہ صحیح بخاری میں مسئلہ صراحۃً موجود ہے لیکن یہ روایات چونکہ ان کے مطلب کے خلاف تھیں اس لئے بخاری کی روایات کو چھوڑتے ہوئے مسلم شریف کو اپنی ڈھال بنانے کی کوشش کی۔ نہ معلوم یہاں پر بخاری سے کیا خطا سرزد ہوئی کہ اس کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے مقرر کردہ اصول کہ 'اوّل کتاب اللہ، اس کے بعد بخاری' کو کیوں ترک کردیا؟'' (ص:۴۰) ...... ''نبیؐ نے خبر دی تھی کہ تم لوگ بھی اگلی اُمتوں یعنی یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلنے لگو گے'' (بخاری و مسلم)

یہود و نصاریٰ نے کتاب اللہ میں جگہ جگہ تحریف کردی تھی اور اپنی نفسانی خواہشات کو اس میں داخل کردیا تھا۔ مفتی صاحب ہمیں الزام دے رہے تھے کہ ہم نے دھوکا دہی اور حق کو چھپانے میں یہود و

نصاریٰ کا کردار ادا کیا لیکن مفتی صاحب کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث کی تشریح و وضاحت اور امام نوویؒ کی وضاحت کو سامنے رکھنے سے ہر انصاف پسند فیصلہ کردے گا کہ اس معاملے میں یہود و نصاریٰ کا طریقہ کار کس نے اپنایا ہے۔ معلوم نہیں حدیث کی روشنی میں مسائل کو حل کرنے والے اہل حدیث ان اہل رائے و قیاس کو کیوں اتنا کھٹکتے ہیں کہ یہ حدیث کا نام دیکھ کر ہی مشتعل ہو جاتے ہیں۔

مفتی صاحب کے سامنے ہم یہاں چند ایک ایسی مثالیں بیان کرتے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر وہ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ قرآن و حدیث میں تحریف کرنا کس کا وطیرہ رہا ہے اور کون یہود و نصاریٰ کی راہ پر گامزن ہے؟ [اصل موضوع کو جاری رکھنے کے لئے ۴ صفحات کے بعد سے پڑھیں]

(۱) شیخ الہند مولوی محمود الحسن دیوبندی مسئلہ تقلید کو ثابت کرنے کے لئے قرآنِ کریم میں ایک آیت کا اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ارشاد ہوا:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلیَ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ اور ظاہر ہے کہ اُولی الامر سے مراد آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں، سو دیکھئے

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء و جملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں۔ آپ نے آیت فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ تو دیکھ لی اور آپ کو اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآنِ مجید میں یہ آیت ہے، اسی قرآن میں آیت مذکورہ معروضہ اُحقر بھی موجود ہے۔ (ایضاح الادلہ، ص ۸،۷)

قرآنِ کریم میں اللہ نے اپنی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد امیر کی اطاعت کا بھی حکم دیا لیکن اگر کسی مسئلہ میں نزاع و اختلاف واقع ہو جائے، وہ نزاع چاہے دوسرے لوگوں سے ہو یا خود امیر سے ہو جائے ایسی صورت میں حکم ہے کہ اس اختلافی بات کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہؐ کی حدیث پر پیش کر کے اس مسئلہ کا حل معلوم کیا جائے۔ امیر کی بات بھی اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے خلاف ہو تو اس معاملہ میں اس کی بات ردّ کردی جائے گی۔ کیونکہ امیر کی اطاعت کوئی الگ اور مستقل اطاعت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے ماتحت ہے۔ جب امیر کی بات قرآن و حدیث کے مطابق ہوگی تو اس کی اطاعت لازم ہوگی اور جب اس کا حکم قرآن و حدیث سے متصادم ہوگا تو اسے ردّ کردیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"لاطاعة فی معصية إنما الطاعة في المعروف" (بخاری و مسلم)

''اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت جو کچھ ہے معروف میں ہی ہے''

اسی طرح کی اور بھی بہت سی احادیث اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ شیخ الہند صاحب نے اُولی الامر کی اطاعت کو الگ اور مستقل اور واجبِ اطاعت ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہ پاکر اپنی طرف سے قرآنِ کریم میں ایک آیت کا اضافہ کردیا اور اس آیت سے انہوں نے تقلید کے جواز کے لئے دلیل فراہم کردی۔ موصوف کی خودساختہ آیت یہ ہے: "فإن تنازعتم في شيئ فردوه إلى الله والرسول وإلى أولي الأمر منكم" (پس اگر تمہارے درمیان کسی مسئلہ میں نزاع ہوجائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اور اولی الامر کی طرف لوٹا دو) اس من گھڑت آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ مستقل مطاع ہیں، اسی طرح اولی الامر بھی مستقل مطاع ہیں، جبکہ قرآنِ کریم کی اصل آیت یہ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَيْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (النساء:۵۹)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہوجائے تو اسے اللہ اور رسولؐ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے"

دین اسلام کا اوّلین ماٰخذ قرآنِ کریم ہے اور اس کے ساتھ حدیثِ رسولؐ ہے۔ قرآن وحدیث حجة شرعية کی حیثیت رکھتے ہیں اور قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک اَبدی قانون کا اعلان فرما دیا ہے کہ اختلاف کی صورت میں صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات حجت و دلیل ہے۔ شیخ الہند صاحب نے اس اَبدی اور اٹل قانون کو منسوخ کرنے کے لئے ایک آیت اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کردی اور انہوں نے پورے جزم اور وثوق کے ساتھ کہا:

"اور آپ کو اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآنِ مجید میں یہ آیت ہے، اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا معروضہ احقر بھی موجود ہے" (ایضاح الادلہ)

بعد والوں نے اگرچہ شیخ الہند کے اس دعویٰ کو ان کی افسوسناک غلطی قرار دیا۔ مولوی سعید احمد پالن پوری صاحب ایک ضروری تنبیہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"ایضاح الادلہ، پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں میرٹھ میں طبع ہوئی تھی، جس کے صفحات ۳۹۶ ہیں۔ دوسری مرتبہ ۱۳۳۰ھ میں مولانا سید اصغر حسین صاحب کی تصحیح کے ساتھ مطبع قاسمی، دیوبند سے شائع

ہوئی جس کے صفحات ۴۰۰ ہیں۔ (حال ہی میں فاروقی کتب خانہ، ملتان سے اس نسخہ کا عکس شائع ہوا ہے) کتب خانہ فخریہ، امروہی دروازہ، مراد آباد سے بھی یہ کتاب شائع ہوئی جس پر سن طباعت درج نہیں لیکن اندازہ یہ ہے کہ یہ ایڈیشن دیوبندی ایڈیشن کے بعد کا ہے۔ اس کے ۴۱۲ صفحات ہیں، ان سب ایڈیشنوں میں ایک آیتِ کریمہ کی طباعت میں افسوس ناک غلطی ہوئی ہے"

(ادلہ کاملہ ص ۱۸، ایضاح الادلہ ص ۷، ۸)

شیخ الہند صاحب کی وفات ۱۹۲۱ء/ ۱۳۳۹ھ میں ہوئی (ادلہ کاملہ: ص ۱۲) جس کا مطلب یہ ہوا یہ کتاب شیخ الہند صاحب کے سامنے تین مرتبہ طبع ہوئی، لیکن نہ تو انہیں اور نہ ہی ان کے کسی مقلد کو اس غلطی کا احساس ہوا، اس کی وجہ آخر کیا ہو سکتی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ تقلید ان کے رگ و ریشہ میں اس قدر رچ بچ گئی تھی کہ انہیں قرآنِ کریم میں بھی تقلید ہی تقلید دکھائی دینے لگی۔ جیسا کہ بریلوی حضرات اپنا ہر شرک قرآنِ کریم کی آیات سے ثابت کرنے کے درپے ہیں، ایسا ہی تقلید کے ان پرستاروں کو بھی قرآنِ کریم میں تقلید دکھائی دینے لگی، حالانکہ قرآنِ کریم تو تقلید کی نفی کرتا ہے مگر افسوس "خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں"

(۲) شیخ الہند صاحب نے قرآنِ کریم کے علاوہ حدیث پر بھی عنایت فرمائی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"الحق والانصاف أن الترجيح للشافعيؒ في هذه المسئلة ونحن مقلدون يجب علينا تقليد إمامنا أبوحنيفة (تقریر ترمذی: ص ۳۹، طبع فاروقی کتب خانہ، ملتان)

"حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ترجیح امام شافعیؒ (کے موقف) کو حاصل ہے، لیکن چونکہ ہم مقلدین ہیں، لہٰذا ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید واجب ہے"

(۳) تقلید کو لازم قرار دینے کے لئے ایسے خود ساختہ اُصول وضع کئے گئے کہ جن کی راہ میں اگر قرآن و حدیث بھی آجائیں تو انہیں منسوخ قرار دے دیا جائے گا لیکن تقلید امام ابوحنیفہؒ بہرحال واجب رہے گی...... چنانچہ ابوالحسن عبیداللہ الکرخی لکھتے ہیں:

"إن كل اية تخالف قول أصحابنا فإنها تحمل على النسخ أوعلى الترجيح والأولى أن تحمل على التأويل من جهة التوفيق" (اُصول کرخی، اصول: ۲۸)

"ہر وہ آیت جو ہمارے فقہا کے قول کے خلاف ہوگی اسے یا تو منسوخ سمجھا جائے یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور اولیٰ یہ ہے کہ اس آیت کی تاویل کر کے اسے (فقہاء کے قول کے) موافق کر لیا جائے"

اسی طرح اَحادیث کے متعلق بھی قانون بنایا گیا:

"أن كل خبر يجيئ بخلاف قول أصحابنا فإنه يحمل على النسخ أوعلى أنه معارض بمثله ثم صار إلى دليل آخر أو ترجيح فيه بما يحتج به أصحابنا من وجوه الترجيح أويحمل على التوفيق" (اصول کرخی، اصول:۲۹)

"بے شک ہر اس حدیث کو جو ہمارے اصحاب (یعنی فقہاءِ حنفیہ) کے خلاف ہوگی، منسوخ سمجھا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ یہ حدیث کسی دوسری حدیث کے خلاف ہے۔ پھر کسی اور دلیل کا تصور کیا جائے گا، پھر بعض وجوہ کی بنا پر اس حدیث کو ترجیح دی جائے گی جو حدیث ہمارے اصحاب کی دلیل ہے یا پھر یہ تصور کیا جائے گا کہ موافقت کی کوئی اور صورت ہوگی (جو ہمیں نہیں معلوم)"

امام بخاری فرماتے ہیں:

"ولقد قال وكيع من طلب الحديث كما جآء فهو صاحب سنة ومن طلب الحديث ليقوي هواه فهو صاحب بدعة يعنى أن الانسان ينبغي أن يُلغى رأيه لحديث النبى صلى الله عليه وسلم حيث يثبت الحديث ولا يعلل بعلل لا يصح ليقوى هواه وقد نكر عن النبى ﷺ لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به (جزء رفع اليدين مع جلاء العينين: ص ۱۲۰، ۱۲۱)

"امام وکیع فرماتے ہیں کہ جو شخص حدیث کا مفہوم ایسا ہی لے جیسا کہ وہ ہے تو وہ اہل سنت ہے اور جو شخص اپنی خواہش نفسانی کی تقویت کے لئے حدیث کو طلب کرے (اور اپنی رائے کے مطابق اس حدیث کا مفہوم بیان کرے) تو وہ بدعتی ہے یعنی انسان کے لئے مناسب یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں اپنی رائے کو اس وقت بے معنی تصور کرے جب حدیث ثابت ہوجائے اور یہ بات صحیح نہیں کہ نادرست وجوہات سے حدیث میں سقم پیدا کرکے اپنے قیاس کو تقویت دے۔ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اپنی رائے اور قیاس کو اس (دین) کے ماتحت نہ کرے جسے میں لے کر آیا ہوں"

علماءِ دیوبند کا جو طریقہ واردات رہا ہے کہ انہوں نے احادیثِ رسول کو بھی معاف نہیں کیا۔ ابوداود کی حدیث میں انہوں نے عشرين ليلة (بیس راتوں) کو عشرين ركعة (بیس رکعات) میں بدل دیا...... مصنف ابن ابی شیبہ میں جو کراچی میں طبع ہوئی، وائل بن حجر کی حدیث میں تحت السرة (ناف کے نیچے) کا اضافہ کردیا گیا...... مسند حمیدی میں جناب عبداللہؓ بن عمرؓ کی رفع الیدین والی مشہور حدیث میں جو سفیان بن عیینہ عن الزہری عن سالم بن عبداللہ، عن عبداللہ بن عمر کی سند سے صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر کتب اور مسند حمیدی میں بھی موجود ہے، اس روایت میں فلا يرفع (پس وہ نہ اٹھاتے تھے) کا اضافہ کرکے اسے ترک رفع الیدین کی دلیل بنانے کی کوشش کی گئی، اور اسی روایت

میں صحیح ابوعوانہ میں سے 'واؤ' گرا کر اس روایت کو بھی ترک رفع الیدین کی دلیل بنایا گیا ہے۔ سلف میں سے کسی محدث اور عالم نے ان روایات کو پیش نہیں کیا کیونکہ اس وقت تک ان روایات میں یہ تحریف نہ ہوئی تھی۔ ان روایات کے دستاویزی ثبوت ہم اپنے دوسرے مضمون "تحریف النصوص" میں پیش کریں گے۔ نیز مولوی شبلی نعمانی اور ماسٹر امین اوکاڑوی صفدر نے بھی قرآنِ کریم کی آیات میں تحریف کی ہے لیکن طوالت کی خاطر اس بحث کو فی الحال مؤخر کیا جاتا ہے اور ہم دوبارہ اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

مفتی صاحب کو شکایت ہے کہ ہم نے صحیح مسلم میں سے صرف چار اَحادیث ذکر کی ہیں اور صحیح مسلم میں جو بائیس احادیث ہیں جن میں مطلق رضاعت کو سببِ حرمت قرار دیا گیا ہے ان کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ خود مفتی صاحب نے ان بائیس احادیث میں سے کوئی ایک حدیث بھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان نہیں کی۔ اب مفتی صاحب ہی بتائیں کہ ان کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے ان پر کون سا فتویٰ لگایا جائے؟ جن اَحادیث میں حرمت کا سبب رضاعت کو قرار دیا گیا ہے، ان میں کوئی حد بندی بیان نہیں کی گئی اور یہ اُصول ہے کہ جس طرح قرآنِ کریم کی بعض آیات بعض آیات کی توضیح و وضاحت کرتی ہیں اسی طرح احادیث بھی دوسری احادیث کی توضیح کرتی ہیں۔

اگر کسی حدیث میں ایک بات کا ذکر یا اصل سبب کا ذکر نہ کیا گیا ہو تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ کسی دوسری حدیث میں بھی اس کی وضاحت موجود نہ ہو، عدمِ ذکر سے عدمِ وجود کہاں لازم آتا ہے؟ اور محدثین کا یہ قاعدہ اور اُصول ہے کہ وہ تمام احادیث کو ذکر کر کے ان تمام احادیث کے مجموعہ سے کوئی نتیجہ اَخذ کرتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ اپنے مطلب کی ایک حدیث تو لے لی جائے اور باقی احادیث سے آنکھیں بند کر لی جائیں اور یا پھر انہیں حنفی مسلک کے خلاف سمجھ کر ردّ کر دیا جائے۔ ایسا تو وہی انسان کر سکتا ہے کہ جس کے دل سے اللہ کا خوف ختم ہو چکا ہو اور جو صرف اپنے مسلک کو بچانے کی خاطر قرآن و حدیث کو بھی رد کر دیتا ہو۔ ایسے تعصب سے اللہ کی پناہ!!

مفتی صاحب کے دلائل کا نکتہ بہ نکتہ جائزہ

مفتی صاحب کی پہلی دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: ﴿وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُم مِّنَ الرَّضٰعَةِ﴾ (النساء:۲۳)

''اور تم پر تمہاری وہ مائیں حرام ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں''

اس آیتِ شریفہ میں مطلق رضاعت کو سببِ حرمت قرار دیا گیا ہے۔ قلیل و کثیر کی کوئی تفریق نہیں

کی گئی ہے۔ (ص۲)

جائزہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عام قانون بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ جن ماؤں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور جو تمہاری رضاعی بہنیں ہیں وہ بھی تم پر حرام ہیں۔ اس آیت میں نہ تو دودھ کی مقدار کا کوئی ذکر ہے اور نہ اس کی کوئی تحدید بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح اس آیت میں یہ بھی نہیں بیان کیا گیا کہ کس عمر تک دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوگی۔ یعنی مدتِ رضاعت کا بھی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ یہ آیت چونکہ عام ہے، اس لئے اس کی وضاحت کے لئے قرآن کریم کی دوسری آیات یا پھر احادیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ مدتِ رضاعت کا ذکر تو قرآنِ کریم میں دوسرے مقام پر موجود ہے، البتہ یہ مسئلہ کہ کتنی مرتبہ دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی؟ اس سلسلہ میں احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ پہلے قرآنِ کریم میں دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا حکم نازل ہوا تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور پانچ بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا حکم نازل ہوگیا اور جس وقت رسولؐ کی وفات ہوئی تو یہ حکم قرآنِ کریم میں تلاوت کیا جارہا تھا۔ (صحیح مسلم: ۴۶۹/۱، موطأ امام مالک)

یہ حدیث اس مسئلہ میں نص کی حیثیت رکھتی ہے اور اس حدیث کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ حکم قرآن کریم میں تلاوت کیا جاتا رہا ہے۔ البتہ نبیؐ کی وفات سے قبل اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی، البتہ اس کا حکم باقی رہ گیا۔ جیسا کہ رجم کے متعلق بھی آیتِ رجم پہلے قرآن میں نازل ہوئی تھی۔ لیکن پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی البتہ اس کا حکم باقی رہ گیا۔ گویا قرآنِ کریم کی اس آیت کی وضاحت قرآن کریم کی دوسری آیت کر رہی ہے کہ جس کی تلاوت تو منسوخ ہو چکی ہے البتہ اس کا حکم باقی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان ہوا۔ مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ ''اس آیت میں مطلق رضاعت ہی کو سببِ حرمت قرار دیا گیا ہے'' تو اس کی کوئی دلیل انہوں نے ذکر نہیں کی بلکہ یہ صرف ان کی رائے ہے اور احادیثِ صحیحہ کے ہوتے ہوئے ان کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

حنفی عالم علامہ سید امیر علی ملیح آبادیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اب یہ بیان ہونا چاہئے کہ رضاعت کب اور کیوں کر ثابت ہوتی ہے تو مفسر نے کہا کہ قبل استکمال الحولین خمس رضعات کما بیّنه الحدیث یعنی دودھ پلایا تم کو پانچ رضعات دو برس پورے ہونے سے پہلے جیسا کہ حدیث نے اس اجمالِ رضاعت کو جو آیت میں مذکور ہے، بیان کردیا ہے۔ یعنی آیت میں تو مطلقاً رضاعت مذکور ہے یہ بیان نہیں کہ کس سن میں پلایا ہو اور کم

سے کم کس قدر پلایا ہو تو مفسر نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ دودھ پلانے والی اس وقت بچہ کی رضاعی ماں ہو جاتی ہے کہ بچہ کو دو برس کا سن پورے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضعات ہوں" (مواہب الرحمٰن، پ ۲، ص ۲۰۲)

شیخ ابوبکر جابر جزائری مدرس مسجد نبویؐ اپنی مختصر اور بینظیر تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

فمن رضع من امرءة خمس رضعات وهو فی سن الحولین تحرم علیه ویحرم علیه أمهاتها و بناتها (أیسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر ۱/۲۵۶)

"پس جس شخص نے کسی عورت کا پانچ مرتبہ دودھ پی لیا اور وہ دو سال کے دوران ہو تو وہ خاتون اس پر حرام ہو جائے گی اور حرام ہو جائے گی اس پر اس خاتون کی ماں، اس کی بیٹیاں......الخ"

المغنی میں ہے: "مسألة: قال ابوالقاسم: والرضاع الذي لایشك في تحریمه أن یکون خمس رضعات فصاعدا"

یعنی "ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ مسئلہ رضاعت کہ جس کی حرمت میں کوئی شک نہیں وہ پانچ رضعات اور اس سے زیادہ ہے یعنی پانچ بار اور اس سے زیادہ بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے"...... آگے لکھتے ہیں:

المسألة الأولی: أن الذی یتعلق به التحریم خمس رضعات فصاعداً، هذا الصحیح في المذهب، وروي هذا عن عائشة و ابن مسعود وابن الزبیر وعطاء وطاوس و هو قول الشافعي (المغنی ج ۹ ص ۱۹۳)

"حرمت رضاعت پانچ بار اور اس سے زیادہ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے اور یہ صحیح مذہب ہے اور یہ بات روایت کی گئی ہے عائشہ صدیقہؓ، ابن مسعودؓ، ابن زبیرؓ، عطاءؒ، طاوسؒ سے اور یہی قول امام شافعیؒ کا بھی ہے" (المغنی ج ۹ ص ۱۹۳)

(۲) خمس رضعات کی دوسری دلیل سہلہ بنت سہیلؓ کی حدیث ہے۔ انہوں نے سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ کو اپنی اولاد کی طرح پالا تھا اور جب پردہ کی آیات نازل ہوئیں تو حذیفہؓ کو سالمؓ کا آزادانہ اپنے گھر داخل ہونا ناگوار گزرا۔ چنانچہ سہلہ بنت سہیلؓ نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم سالمؓ کو پانچ مرتبہ دودھ پلا دو تو وہ تم پر حرام ہو جائے گا یعنی (تمہارا رضاعی بیٹا بن جائے گا)۔ سہلہ بنت سہیلؓ نے عرض کیا کہ اللہ کے نبیؐ! "سالمؓ تو داڑھی والا آدمی ہے، میں اسے کس طرح دودھ پلاؤں؟" تو نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہے وہ داڑھی والا ہے تم اسے دودھ پلا دو۔ چنانچہ سہلہؓ نے سالمؓ کو دودھ پلا دیا۔ جس کی وجہ سے حذیفہؓ کے چہرے سے ناراضگی

کے آثار ختم ہوگئے۔ (ملخص من صحیح مسلم، موطأ امام مالک، ابوداود :۲/۲۲۹، مسند احمد ۶/۲۰۱، مستدرک ۴/۲۲۶، مصنف عبدالرزاق برقم ۱۳۸۸۴،طبرانی کبیر ۷/۶۹)

اس حدیث سے کئی مسائل کا علم ہوا:

(۱) اس حدیث سے واضح ہوا کہ پانچ بار دودھ پینے ہی سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے اور پانچ بار سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(۲) اسلام میں حیا کا بہت بڑا مقام ہے اور حیا کو شطر الایمان (آدھا ایمان) قرار دیا گیا ہے۔ اگر پانچ بار سے کم میں رضاعت کا مسئلہ حل ہوسکتا تو رسول اللہ ﷺ اس خاتون سے فرما دیتے کہ اسے ایک ہی بار دودھ پلا دے، حرمتِ رضاعت ثابت ہوجائے گی، لیکن نبیؐ کا اس کے باوجود اس خاتون کو تاکید کرنا جبکہ اس خاتون نے واضح بھی کیا کہ اللہ کے نبیؐ وہ جوان اور داڑھی والا آدمی ہے میں کیونکر اسے دودھ پلا سکتی ہوں؟ آپؐ اس خاتون کی اس بات پر ہنس بھی پڑے لیکن خمس رضعات میں آپؐ نے کوئی کمی نہ فرمائی۔ یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اگر اس سلسلہ میں کچھ ذرہ برابر بھی گنجائش ہوتی تو نبیؐ ضرور اس خاتون کو یہ گنجائش عطا فرما دیتے لیکن نبیؐ نے خمس رضعات کے سلسلے میں اسے کوئی گنجائش عطا نہیں فرمائی۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سہلہ بنت سہیلؓ کو نبی اکرم ﷺ نے سالمؓ کو دودھ پلانے کا حکم دیا۔ اگر پستان سے دودھ نکال کر پلایا جانا درست ہوتا اور اس نکالے ہوئے دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہوسکتی تو رسول اللہ ﷺ اس خاتون کو اس کا حکم دیتے، لیکن رسول اللہ ﷺ کا سہلہؓ کو دودھ پلانے کا حکم دینا بالکل واضح کرتا ہے کہ بچہ پستان ہی سے دودھ پیئے گا ورنہ حرمت ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ جب جوان مرد کے لئے اس کی رخصت نہیں تو چھوٹے بچے کے لئے کس طرح رخصت ثابت ہوجائے گی؟

(۴) اِس حدیث کی وجہ سے عائشہ صدیقہؓ رضاعتِ کبیر کی قائل تھیں، اور جس شخص کو بھی وہ اپنا رشتہ دار بنانا چاہتیں، اسے کسی رشتہ دار خاتون کا دودھ پلا دیتیں۔ چنانچہ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کے لئے انہوں نے اُمّ کلثومؓ کو حکم دیا کہ وہ اسے دودھ پلا دے۔ سالمؓ کہتے ہیں کہ اُمّ کلثومؓ نے مجھے تین دفعہ دودھ پلایا اور پھر اُمّ کلثومؓ بیمار ہوگئیں اور مجھے بقیہ دودھ نہ پلا سکیں تو میں بھی عائشہؓ کے پاس داخل نہ ہوسکا (موطأ امام مالک)۔

دوسری ازواجِ مطہراتؓ نے حضرت عائشہؓ سے رضاعتِ کبیر کے بارے میں اِختلاف کیا اور

کہا کہ یہ حکم سالمؓ کے لئے خاص تھا۔ چنانچہ ازواجِ مطہراتؓ نے عائشہؓ سے رضاعتِ کبیر کے متعلق تو اختلاف کیا لیکن انہوں نے خمس رضعات کے متعلق کوئی اختلاف نہیں کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ خمس رضعات کا مسئلہ ان کے درمیان اتفاقی تھا۔

مفتی صاحب اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

''اور اگر غیر مقلدین اس حدیث کو منسوخ نہیں مانتے تو کیا اب بھی یہ حضرات کسی جوان کو...... بیوی کا پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر دودھ پلا کر رضائی بیٹا بنانا پسند کریں گے؟ (ص ۵)

مفتی صاحب کا یہ اعتراض اور تمسخر نبی ﷺ کی ذات پر وارد ہوتا ہے کیونکہ آپ ؐ ہی نے سہلہؓ کو اس بات کا حکم دیا تھا۔ اب نبیؐ پر اعتراض کرنے والے اور آپ ؐ کا تمسخر کرنے والے کے متعلق مفتیانِ دیوبند کیا فتویٰ دیں گے؟ یہ ان کی ذمہ داری ہے اور کیا ایسا شخص مسندِ فتویٰ پر براجمان ہونے کے بھی لائق ہے؟ نبی کریم کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں کے دلوں سے نکال دے بلکہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علما کو اٹھالے گا۔ چنانچہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہل (مفتیوں) کو اپنا بڑا بنالیں گے اور وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۳) عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا تحرم المصّة والمصتان" (صحیح مسلم: ج ۱ ص ۴۶۹)

''ایک مرتبہ دودھ چوسنے سے یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی''

اُمّ الفضلؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا:

"لا تحرم الرضعة أوالرضعتان أوالمصة أو المصتان" (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۴۶۹)

''ایک مرتبہ دودھ پینے سے یا دو بار دودھ پینے سے یا ایک مرتبہ دودھ چوسنے سے یا دو بار دودھ چوسنے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی''

اس حدیث میں بالکل واضح ہے کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینے یا ایک بار یا دو بار دودھ چوسنے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینے کا مطلب بعض علما نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر تین مرتبہ دودھ پی لیا جائے تو حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اس حدیث کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ تیسری بار دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ حضرت عائشہؓ اور سہلہ بنت سہیلؓ کی روایات میں بالکل واضح ہے کہ پانچ مرتبہ سے کم دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت

ثابت نہیں ہوگی۔اس کی مثال بالکل اس طرح ہے کہ جیسے ایک حدیث میں ہے:

"لیس فیما دون خمسة أوسق من التمر صدقة ولیس فیما دون خمس أواق من الورق صدقة ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقة (متفق علیه)

"کھجوروں میں پانچ وسق (بیس من) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور چاندی میں پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ) سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور اونٹوں میں پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں"

اس حدیث کے مطابق اگر کوئی کہے کہ ایک یا دو وسق کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ تین وسق کھجوروں میں زکوٰۃ ہوگی کیونکہ زکوٰۃ کی مقدار پانچ وسق کھجوروں میں مقرر کی گئی ہے۔اسی طرح حدیث میں جو آیا ہے کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینے ہی سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی جیسا کہ عائشہ صدیقہؓ اور سہلہ بنت سہیلؓ کی روایات میں خمس رضاعت کی تحدید موجود ہے۔اسی طرح پانچ اوقیہ چاندی اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ فرض قرار نہیں دی گئی بلکہ پانچ اوقیہ چاندی اور پانچ اونٹوں اور ان سے زیادہ تعداد پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔دراصل ایک موضوع پر آنے والی تمام آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر ہی کوئی شرعی مسئلہ بتایا جاسکتا ہے۔ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ ایک یا دو الفاظ کو لے کر باقی احادیث کو ترک کر دیا جائے۔

رَضعَةَ کا مطلب ہے ایک مرتبہ دودھ پینا، جیسے ضَربَةَ کا مطلب ہے ایک مرتبہ مارنا اور جَلسَة کا مطلب ہے ایک مرتبہ بیٹھنا اور أكْلَة کا مطلب ہے ایک مرتبہ کھانا کھانا اور مَصَّةَ کا مطلب ہے ایک بار دودھ چوسنا۔اسی طرح الاملاجة کا مطلب بھی ایک مرتبہ دودھ چوسنے کے ہیں۔بچہ بھوک کے وقت ماں کے پستان کو منہ میں لے کر دودھ پینا شروع کردے اور بھوک کے ختم ہونے تک دودھ پیتا رہے، درمیان میں سانس لینے کے لئے اگر بچہ پستان کو چھوڑ کر دوبارہ دودھ پینے لگے تو یہ سارا عمل رَضعَةَ کہلائے گا، یعنی ایک بار دودھ پینا البتہ المصة اور الاملاجة میں بچہ بالکل تھوڑی دیر کے لئے پستان منہ میں لے کر دودھ چوس کر اسے چھوڑ دیتا ہے۔(ملخصاً فتح المالک بتویب التمہید لابن عبدالبر علی موطأ الامام مالک: ج ۷ص ۴۱۱، نیل الاوطار: ج ۶، ص ۳۱۰، تفسیر احسن البیان ص ۸۶۰)

اُمّ الفضل بیان کرتی ہیں کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپؐ میرے گھر پر تھے، اس نے عرض کیا: اللہ کے نبیؐ میری ایک بیوی تھی اور میں نے ایک دوسری خاتون سے نکاح کیا ہے۔پس میری پہلی بیوی نے کہا کہ میں نے اس عورت کو ایک بار یا دو بار دودھ پلایا ہے؟ پس

نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: "لا تحرم الاملاجة والاملاجتان" (صحیح مسلم: ج۱، ص۴۶۹)
"ایک یا دو بار دودھ چوسنے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی"
اُمّ الفضلؓ ہی سے دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ! "هل تحرم الرضعة الواحدة قال لا" کیا ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے؟
نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں (صحیح مسلم: ج۱، ص۴۶۹)

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ ایک مرتبہ دودھ پینے یا دو بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ حرمتِ رضاعت کے لئے پانچ بار دودھ پینا ضروری ہے جیسا کہ عائشہ صدیقہؓ کی خمس رضعات والی روایت اس مسئلہ پر نص صریح ہے اور امام مسلمؒ نے ان احادیث کے بعد عائشہ صدیقہؓ کی خمس رضعات والی روایت کو دو سندوں سے پیش کر کے اس مسئلہ پر مہر ثبت فرما دی ہے۔ اس حدیث کے بعد امام مسلمؒ نے سہلہ بنت سہیلؓ کی حدیث کو بھی چار سندوں سے پیش کر کے ثابت کر دیا کہ خمس رضعات والا مسئلہ دلائل کے لحاظ سے انتہائی مضبوط ہے۔ البتہ صحیح مسلم میں سہلہؓ والی روایت میں خمس رضعات کے اَلفاظ موجود نہیں ہیں لیکن دوسری روایات میں یہ اَلفاظ ثابت ہیں۔

مفتی صاحب کو شکایت تھی کہ ہم نے صحیح مسلم کی بائیس احادیث میں سے صرف چار احادیث کو ذکر کیا ہے اب مفتی صاحب ان چار احادیث میں ان مزید احادیث کو بھی شامل فرمالیں اور کچھ احادیث آگے آرہی ہیں ان کی بھی گنتی کر کے بائیس کے عدد کو پورا کریں۔

مفتی صاحب کی دوسری دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: "جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:
"یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب"
"حرام ہوجاتا رضاعت سے (وہ رشتہ) جو حرام ہوجاتا ہے نسب سے" (سنن نسائی)
اس حدیثِ شریف میں مطلق رضاعت کو سببِ حرمت قرار دیا گیا ہے۔ قلیل و کثیر کی کوئی تحدید نہیں کی گئی" (ص۲)

جائزہ: اس حدیث میں ایک عام قانون بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح نسبت اور وِلادت سے رشتوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے، اسی طرح رضاعت کی وجہ سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے گویا رضاعت کو نبی اکرم ﷺ نے نسب سے تشبیہ دی ہے۔ اس حدیث میں چونکہ دودھ کی مقدار کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے لہٰذا مفتی صاحب کا اس حدیث کو خواہ مخواہ اپنی دلیل کہنا غلط ہے۔ مفتی صاحب کا دعویٰ

خاص ہے لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ اس پر اپنی دلیل بھی بالکل واضح اور خاص پیش کریں۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس حدیث کی راویہ بھی حضرت عائشہؓ ہیں جو خمس رضعات کی راویہ بھی ہیں اور جن کا مذہب بھی خمس رضعات کا ہے۔ لہٰذا مفتی صاحب کا حدیث نقل کر کے بغیر دلیل کے اس سے اپنا خود ساختہ مطلب ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

اس حدیث کا شانِ وُرود یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کا رضاعی چچا ان سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا اور نبی ﷺ اس وقت حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ نبی ﷺ نے اس موقع پر عائشہ صدیقہؓ سے ارشاد فرمایا: "إن الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة" "بے شک رضاعت سے ویسی ہی حرمت ثابت ہوتی ہے جیسے ولادت سے" (صحیح بخاری: ۷۶۴/۲، صحیح مسلم: ج۱ ص۴۶۴)

امام مسلم نے امام بخاری کی طرح رضاعت کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس حدیث کے بعد عائشہ صدیقہؓ سے دوسری روایت بھی ان الفاظ سے بیان کی ہے: "یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة" (مسلم) اس حدیث کے بعد امام مسلمؒ نے عائشہ صدیقہؓ کی ایک اور حدیث چھ سندوں سے یعنی چھ احادیث ذکر کی ہیں۔ جن میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ افلح بن ابی قیسؓ جو عائشہ صدیقہؓ کا رضاعی چچا تھا، حضرت عائشہؓ سے ان کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنے لگا لیکن عائشہؓ نے ان کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ اتنے میں نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور عائشہؓ سے فرمایا کہ ان کو اندر آنے کی اجازت دو کیونکہ وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں۔ اسی وجہ سے عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں: "حَرِّمُوا من الرضاعة ما تحرمون من النسب"

"حرام جانو رضاعت سے جسے تم نسب سے حرام جانتے ہو" (صحیح مسلم، ج۱، ص۴۶۷)

امام مسلمؒ نے اس حدیث کے بعد جناب علیؓ، جناب عباسؓ اور اُمّ سلمہؓ کی حدیث بیان کی ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا کہ آپ حمزہؓ کی بیٹی سے شادی کر لیں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ میری رضاعی بھتیجی ہیں: "ویحرم من الرضاعة ما یحرم من الرحم" (مسلم، ج۱ ص۴۶۷)

مفتی صاحب کی تیسری دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: "حضرت علی شیر خداؑ سے مرفوع روایت ہے: "یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب قلیله و کثیره" (جامع المسانید خوارزمی: ، ج۲، ص۹۷)

"حرام ہو جاتے ہیں دودھ سے وہ رشتے جو حرام ہو جاتے ہیں نسب سے دودھ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ"

یہ روایت احناف کے مسلک پر صریح دلیل ہے" (ص۳،۲)

یہ حدیث اس مسئلہ پر واقعی نص صریح کی حیثیت رکھتی کیونکہ اس روایت میں بالکل واضح الفاظ موجود ہیں لیکن کاش یہ روایت صحیح ہوتی!!...... افسوس کہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع اور صریح جھوٹ ہے، افسوس کہ مفتی صاحب نے علمی خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے اس روایت کی سند تک نقل نہیں کی لہٰذا پہلے اس روایت کی سند ملاحظہ ہو:

(ابوحنيفة) (عن) الحكم بن عتيبة (عن) القاسم بن مخيمرة (عن) شريح ابن هانئ (عن) علي بن ابی طالب رضی الله عنه (عن) النبی ﷺ أنه قال يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب قليله وكثيره (أخرجه) أبو محمد البخاري (عن) المنذر بن سعيد الهروي (عن) أحمد بن عبدالله الكندي (عن) ابراهيم بن الجراح (عن) أبی يوسف (عن) أبی حنيفة رضی الله عنه
(جامع مسانید الامام الاعظم از خوارزمی: ج۲، ص۹۷، طبع حیدر آباد دکن)

جامع مسانید الامام الاعظم محمد بن محمود خوارزمی (متوفی ٦٦٥ھ) کی جمع کردہ ہے خوارزمی کی عدالت وثقاہت نامعلوم ہے۔ اس نے یہ ابومحمد بخاری سے روایت کی ہے۔

<u>ابومحمد عبداللہ بن محمد یعقوب حارثی بخاری کا تعارف:</u> علامہ ابوطاہر زبیر علی زئی محمدی لکھتے ہیں "یہ شخص وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے، ملاحظہ فرمائیں: الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث لبرهان الدين الحلبي ص٢٤٨) ابواحمد الحافظ اور امام حاکم نے بتایا کہ وہ حدیثیں بناتا تھا۔ (کتاب القراۃ از بیہقی، ص۱۵۴)

ابوسعید رواسؒ نے کہا: "اس پر وضع حدیث کا الزام ہے"

احمد سلیمانیؒ کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سند اور متن دونوں گھڑتا تھا۔ ابوزرعہ احمد بن الحسین الرازیؒ نے کہا: ضعیف ہے۔ خلیلیؒ نے اسے کمزور اور مدلس قرار دیا ہے۔ خطیب نے بھی جرح کی ہے (دیکھئے لسان المیزان ۳/۳۴۸/۳۴۹)

کسی نے بھی اس شخص کی توثیق نہیں کی لہٰذا ایسے شخص کی تمام روایات موضوعات اور مردود ہیں۔

حافظ ذہبیؒ دیوان الضعفاء والمتروکین میں ابومحمد الحارثی کو ذکر کر کے لکھتے ہیں: "يأتي بعجائب واهية" (ص١٧٦ رقم ٢٢٩٧) خلاصہ یہ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

اس روایت کی سند میں اور بھی عجائبات موجود ہیں لیکن ہم صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

نوٹ: میری تحقیق کے مطابق 'جامع المسانید' میں الخوارزمی سے امام ابوحنیفہؒ تک ایک روایت بھی بسند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے جسے اس بات سے اختلاف ہے وہ صرف ایک سند ہی پیش کردے جو جمہور کے نزدیک صحیح یا حسن ہو (نور العينين فی مسئلة رفع اليدين، ص٢٦،٢٤)

مفتی صاحب کی چوتھی دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سے سنن نسائی میں مروی ہے: "كان يقولان يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب قليله و كثيره" ص ۸۳، ج ۲ (ص ۳)

تیسری دلیل کے بعد مفتی صاحب کے پاس مرفوع روایات کا ذخیرہ ختم ہوگیا، لہٰذا اب انہوں نے آثارِ صحابہ کو دلیل کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا ہے اور جو اثر موصوف نے نقل کیا ہے وہ بھی نامکمل نقل کیا ہے تاکہ لوگوں کو حقیقتِ حال کا پتہ نہ چل جائے۔ اس روایت میں آگے یہ الفاظ بھی ہیں: ''اور انہوں نے یہ بھی لکھا: (یعنی شریح قاضیؒ نے ابراہیم نخعیؒ کو یہ بھی لکھا) کہ ابوشعثاء المحاربی نے مجھ سے بیان کیا اور ان سے عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: "لا تحرم الخطفة والخطفتان" یعنی ''ایک بار یا دو بار دودھ اُچک لینا (پی لینا) حرمتِ رضاعت ثابت نہیں کرتا'' (سنن نسائی، ج ۲ ص ۲)

اس حدیث میں موصوف کے نقل کردہ اثر کا جواب مرفوع حدیث کے ساتھ موجود تھا۔ جناب عبداللہ بن مسعودؓ اور جناب علیؓ کا خیال تھا کہ قلیل و کثیر دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے لیکن قاضی شریح نے اس اثر کے بعد عائشہ صدیقہؓ سے مرفوع روایت نقل کر کے ثابت کر دیا کہ قلیل دودھ سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوسکتی۔ مفتی صاحب نے اس اثر میں "مایحرم من النسب" کے اَلفاظ بھی بڑھا دیئے ہیں جبکہ حدیث میں یہ اَلفاظ موجود نہیں ہیں۔ اب مفتی صاحب بتائیں کہ خائن کون ہے؟

مفتی صاحب کی پانچویں دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ایک یا دو مرتبہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی تو آپ نے فرمایا: یہ پہلے تھا اب ایک مرتبہ سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ (اَحکام القرآن از جصاص، ص ۱۲۰ ج ۲)...... موصوف نے دعویٰ کیا ہے کہ ابن عباسؓ کے اس اثر نے دوسری تمام احادیث کو منسوخ کر دیا ہے۔ (ص ۳، ۵)

جائزہ: موصوف نے واقعی بہت زبردست دلیل تلاش کر کے پیش کی ہے۔ کاش موصوف اس روایت کی سند بھی نقل کر دیتے تو اصل حقیقت کھل جاتی، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا پہلے اس روایت کی سند ملاحظہ فرمائیں:

"وهو ما حدث أبوالحسن الكرخي قال حدثنا الحضرمي قال حدثنا عبدالله بن سعيد قال حدثنا أبوخالد عن حجاج عن حبيب بن أبى ثابت عن طاء وس عن ابن عباس..... (أحكام القرآن الجصاص، ج ۲ ص ۱۲۵، طبع سہیل اکیڈمی، لاہور)

اس روایت کی سند میں ایک راوی حجاج بن ارطاۃ نخعی، ابو ارطاۃ کوفی ہے جو صدوق، کثیر الخطا والتدلیس ہے (تقریب)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: أحدالأعلام علی لین فیه (الکاشف ۱/۱۶۰، المیزان ۱/۴۵۸) وقال أبوحاتم: صدوق یدلس فإذا قال ثنا فهو صالح (الکاشف)

بہرحال حجاج کثیر الخطا اور لین ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی ہے اور اس روایت میں ان کی تدلیس بالکل واضح ہے۔ لہٰذا عدم سماع کی وجہ سے اور تدلیس کی بنا پر یہ روایت ناقابل احتجاج ہے۔

اس حدیث کے دوسرے راوی حبیب بن ابی ثابت کوفی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "ثقة فقیه جلیل وکان کثیر الارسال والتدلیس (تقریب ۱/۱۸۳) حدیث کے ضعیف ہونے کے لئے حجاج بن ارطاۃ کی تدلیس ہی کافی تھی لیکن ان کے استاد حبیب بن ابی ثابت کوفی بھی مدلس نکلے۔ لہٰذا مدلس روایت میں جب تک راویٔ حدیث سے سماع کی صراحت ثابت نہ ہو جائے، اس وقت تک وہ روایت ضعیف ہوتی ہے اور اس روایت میں دو راویوں کی تدلیس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے اور باقی راویوں پر ابھی تحقیق باقی ہے۔ یہ روایت بھی دور کی کوڑی ہے جو موصوف کو حدیث کی کسی کتاب سے نہیں بلکہ احکام القرآن للجصاص سے ملی ہے۔

مفتی صاحب نے یہ ایک زبردست معیار بنایا ہے کہ انہوں نے صحیح احادیث کو ایک ضعیف اثر کی بنا پر منسوخ قرار دے ڈالا ہے۔ بہرحال موصوف کا دعویٰ بھی بلا دلیل ہے۔

مفتی صاحب کی چھٹی دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: "حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: تھوڑا سا دودھ بھی موجب حرمت ہے، جب ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن زبیرؓ تو فرماتے ہیں کہ ایک یا دو مرتبہ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ابن زبیرؓ سے بہتر ہیں اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائیں:

﴿وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ﴾ (تمہاری مائیں تو وہ ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے)

جائزہ: مفتی صاحب نے اس روایت کا کوئی حوالہ نقل نہیں کیا۔ جناب عبداللہ بن زبیرؓ نے جو مسئلہ بیان کیا تو اس کی دلیل بھی ان کے پاس موجود تھی چنانچہ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث بیان کی: "لا تحرم المصة من الرضاعة ولا المصتان" (مصنف عبدالرزاق، ج ۷ ص ۴۶۹)

"حرمت رضاعت ایک مرتبہ دودھ چوسنے اور دو مرتبہ دودھ چوسنے سے ثابت نہیں ہوتی"

جناب عبداللہ بن عمرؓ نے اس موقع پر آیت کے عموم سے استدلال کیا ہے اور اس آیت کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے۔

مفتی صاحب کی ساتویں دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: "اسی طرح کی روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں بھی ہے تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ عائشہؓ سے بہتر ہے" (مصنف عبدالرزاق: ص ۴۶۶، ج ۷)

جائزہ: اس روایت کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہیں جو ثقہ ہونے کے باوجود سخت قسم کے مدلس بھی ہیں لہٰذا جب تک وہ کسی حدیث میں سماع کی تصریح نہیں فرماتے، اس وقت تک ان کی روایت ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ دیوبندی حضرات نے اس ثقہ امام پر بڑی سخت جرح کر رکھی ہے۔ مثلاً مولوی حبیب اللہ ڈیروی صاحب کی کتاب نورالصباح کے مقدمہ ص ۱۸، ۲۴۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی صاحب کی آٹھویں دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: "حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک بھی تھوڑے سے دودھ سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ نے جمہور امت کے دلائل ذکر کئے اور قلیل یا کثیر کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک تھوڑا دودھ بھی محرم یعنی سببِ حرمت ہے"۔ (بخاری: ج ۲، ص ۷۶۴)

جائزہ: مفتی صاحب کے نزدیک امام بخاریؒ کا قول بھی حجت اور دلیل کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اہلحدیث حضرات کو دوش دیتے ہوئے موصوف نے لکھا ہے:

> "نہ معلوم یہاں پر امام بخاری سے کیا خطا سرزد ہوئی کہ اس کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے مقرر کردہ اُصول کہ 'اوّل کتاب اللہ بعد بخاری' کیوں ترک کر دیا" (ص ۴)

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے نزدیک حجت و دلیل دو ہی چیزیں ہیں:

(۱) قرآنِ کریم اور (۲) حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کسی امام کے قول کو چاہے وہ کتنا ہی بڑا امام کیوں نہ ہو ہم نے کبھی بھی بطورِ حجت و دلیل کے نہیں مانا ہے اور نہ کبھی اسے پیش کیا ہے۔ البتہ قرآن و حدیث کی تائید میں ہم اماموں کے اَقوال پیش کر دیتے ہیں اور صحیح بخاری کو ہم اَصح الکتاب بعد کتاب اللہ اس لئے مانتے ہیں کہ اس میں صحیح و مرفوع اَحادیث ہیں اور صحیح احادیث پر ہی ہم عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم کسی اَمام کے قول کے مقابلے میں صحیح حدیث کو ترک نہیں کرتے بلکہ صحیح حدیث آجائے تو امام کے قول کو ردّ کر دیتے ہیں۔ مفتی

صاحب کو چاہئے کہ پہلے وہ ہمارے اُصول کو سمجھیں کہ ہم نے کبھی بھی امام بخاریؒ کی رائے کو دین نہیں سمجھا۔ کسی امام کی رائے کا نام دین نہیں ہے بلکہ دین تو قرآن وحدیث کا نام ہے اور جہاں تک صحیح بخاری کے اَصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہونے کا تعلق ہے تو اس اُصولی بات کو علماءِ حنفیہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً مولوی سلیم اللہ خان صاحب شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، صحیح بخاری کی شرح کشف الباری میں عنوان قائم کرتے ہیں: ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ، صحیح البخاری'' (ص ۱۸۵ جلد اوّل)

مفتی صاحب کی نویں دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''بخاری شریف میں حضرت عقبہ بن حارثؓ کی روایت ہے، جس میں ایک عورت کے یہ کہنے سے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: دعها عنك ''اپنے سے اپنی بیوی کو جدا کر دو''۔ یہاں بھی آپ نے یہ سوال نہیں کیا کہ دودھ کتنی مرتبہ پلایا۔ (ج ۲، ص ۷۶۰)

جائزہ: اس روایت میں بھی دودھ پینے کی تحدید نہیں ہے بلکہ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاتون نے ان کو پانچ مرتبہ سے زیادہ بار ہی دودھ پلایا تھا۔ عرب معاشرہ میں یہ قاعدہ تھا کہ دائیاں ہی بچوں کو مدتِ رضاعت میں دودھ پلایا کرتی تھیں، اور دودھ کی مدت عموماً دو سال تک ہوتی تھی۔ یہ نہیں ہوتا تھا کہ دائی ایک قطرہ دودھ پلا کر بچے سے جدا ہو جائے۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ روایت بھی 'خمس رضعات' کی زبردست دلیل ہے۔

مفتی صاحب کی دسویں دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''بخاری شریف میں ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

"الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة"

''دودھ پلانا ان رشتوں کو حرام کر دیتا ہے جنہیں پیدائش حرام کرتی ہے'' (ج ۲، ص ۷۶۴)

یہاں بھی آپ نے تھوڑے اور زیادہ کی کوئی تفریق نہیں فرمائی۔ الحاصل قلیل دودھ خواہ ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو، اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے'' (ص ۴)

جائزہ: اس روایت پر مفصل گفتگو گزر چکی ہے۔ مفتی صاحب نے خانہ پُری اور دس دلیلیں پوری کرنے کے لئے اس روایت کو ذکر کر دیا ہے۔ ورنہ اس روایت میں ان کے دعوے کا دور دور تک کہیں سراغ نہیں ملتا۔ موصوف کا دعویٰ خاص ہے اور دلائل سارے کے سارے انہوں نے عام پیش کئے ہیں اور جن روایات میں وضاحت ہے وہ من گھڑت، جھوٹی اور ضعیف روایات ہیں۔

موصوف کے دعویٰ کے مطابق یہ ان کے پیش کردہ کثیر صحیح احادیث شریفہ اور قوی دلائل ہیں جن کی حقیقت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔

حرمتِ رضاعت کے چند اُصول

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت ایک شخص میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کو اس شخص کا آنا ناگوار گذرا اور میں نے آپؐ کے چہرے مبارک پر غصے کے آثار دیکھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ میرا دودھ شریک بھائی ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے ارشاد فرمایا:

"أنظرنّ اخوانکن من الرضاعة فإنما الرضاعة عن المجاعة" (صحیح بخاری ومسلم)

''غور کرو کہ تمہارے دودھ شریک بھائی کون ہو سکتے ہیں؟ رضاعت وہی معتبر ہے کہ جو بھوک کے وقت ہو، یعنی جس رضاعت سے بچے کی بھوک دور ہو جائے، وہ رضاعت حرمت ہے''

یہ روایت مفتی صاحب کے قلیل دودھ والے مسلک کی حقیقت بتانے کے لئے نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ ایک گھونٹ سے بھوک دور نہیں ہو سکتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"من المجاعة أی الرضاعة التی تثبت بها الحرمة وتحل بها الخلوة هی حیث یکون الرضیع طفلا لسد اللبن جوعته لأن معدته ضعیفة یکفیها اللبن وینبت بذلك لحمه فیعیر کجزء من المرضعة فیشترك فی الحرمة مع أولادها۔ فکأنه قال لا رضاعة معتبرة إلا المغنیة عن الجماعة والمطعمة من المجاعة کقوله تعالیٰ ﴿أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ﴾ ومن شواهد حدیث ابن مسعود لا رضاع إلاماشدّ العظم، وأنبت اللحم، أخرجه ابوداؤد مرفوعا موقوفا و حدیث أم سلمة "لا یحرم من الرضاع إلا مافتق الأمعاء" أخرجه الترمذی وصححه و یمکن أن یستدل به علی أن الرضعة الواحدة لا تحرم لأنها لاتغنی من جوع، وإذا کان یحتاج إلی تقدیر فأولی مایؤخذ به قدرته الشریعة وهو خمس رضعات...... (فتح الباری شرح الصحیح البخاری، ج۹ ص۱٤۸، کتاب النکاح باب من قال لارضاع بعد حولین)

"من المجاعة" یعنی وہ رضاعت جس کے ذریعے حرمت ثابت ہوتی اور کسی شخص کے ساتھ خلوت جائز ہوتی ہے ایسی رضاعت ہے کہ جس میں دودھ پینے والا بچہ ہو اور دودھ کو بھوک کے وقت پیے۔ اس لئے کہ اس کا معدہ کمزور ہوتا ہے، اس حالت میں اسے دودھ ہی کفایت کرتا ہے

اور اس میں گوشت کا پیدا ہونا اسی وقت ممکن ہے کہ جب بچہ مسلسل دودھ پیتا رہے اور دودھ اس کی خوراک ہو اور یہ بات ایک یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے پیدا نہیں ہوسکتی اور شریعت نے اس کی کم از کم مقدار خمس رضعات (پانچ مرتبہ دودھ پینا) مقرر کی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ خمس رضعات والا مسلک ہی درست ہے۔ کیونکہ یہ صحیح احادیث پر مبنی ہے اور یہی محققین کا مسلک ہے۔

مدتِ رضاعت دو سال ہے!

مفتی صاحب نے دودھ پینے کی قلیل مقدار سے حرمت رضاعت پر بہت زور دیا ہے اور چونکہ اس مسئلہ میں جمہور (اکثریت) ان کے ہم نوا ہے، اس لئے انہوں نے بار بار جمہور کا ذکر کیا ہے۔ موصوف کو یہ بھی معلوم ہے کہ مدتِ رضاعت دو سال ہے۔ اور اس پر قرآنِ کریم، احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابہ کرامؓ اور جمہور علماءِ امت سب متفق ہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدتِ رضاعت ڈھائی سال ہے اور امام موصوف اس مسئلہ میں بالکل منفرد ہیں کیونکہ ان کے شاگرد امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ بھی اس مسئلہ میں ان کے ہم نوا نہیں ہیں۔ لیکن مفتی صاحب کو جمہور کی یہ بات پسند نہیں آئے گی کیونکہ تقلیدِ امام ابوحنیفہ ان کا مسلک ہے اور مفتی صاحب قرآن و حدیث اور جمہور کو تو چھوڑ سکتے ہیں لیکن امام صاحب کی تقلید کو نہیں چھوڑ سکتے۔ مفتی صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ قرآن و حدیث کے دلائل سے اَوراق سیاہ کرنے کے بجائے اتنا ہی لکھ دیتے کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں: "ونحن مقلدون يحب علينا تقليد إمامنا أبي حنيفة" (ہم تو مقلد ہیں اور ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید کرنا واجب ہے) اور عام فتوؤں میں تو وہ کتبِ فقہ حنفی مثلاً ہدایہ، شامی، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں اور لوگوں سے بھی کہتے ہیں کہ ہم سے قرآن و حدیث کی دلیل طلب نہ کرو لیکن خلاف معمول مفتی صاحب نے حرمت رضاعت کے سلسلہ میں اَحادیث کے دلائل پیش کرنے کی زحمت کر ڈالی ہے۔

مدتِ رضاعت کے سلسلہ میں چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾

"اور مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال تک دودھ پلائیں اگر ان کا ارادہ مدتِ رضاعت پوری کرنا ہے" (البقرۃ:۲۳۳)

اس آیت سے بالکل واضح ہے کہ مدتِ رضاعت دو سال ہے۔

(۲) دوسرے مقام پر اِرشاد ہے اور یہ آیت بھی بالکل واضح ہے:

﴿وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ﴾ (لقمان:۱۴) "اور دو سال اس (بچہ) کو دودھ چھوٹنے میں لگے"

(۳) ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ (الاحقاف:۱۵)
"اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کا دودھ چھوٹنا تیس مہینوں میں ہوا"
مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:
"شاید یہ بطور عادت اکثر یہ کے فرمایا ہو۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "لڑکا اگر قوی ہو تو اکیس مہینہ میں دودھ چھوڑتا ہے اور نو مہینے ہیں حمل کے" یا یوں کہو کہ کم از کم مدت حمل چھ مہینے ہیں اور دو برس میں عموماً بچوں کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے۔ اس طرح کل مدت تیس مہینے ہوئے، مدت رضاع کا اس سے زائد ہونا قلیل ونادر ہے" (تفسیر عثمانی: ص۶۶۹، طبع مدینہ منورۃ)
(۴) جناب عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"لا يحرم من الرضاع إلا ما كان في الحولين"
"رضاعت وہ ہے جو دو برس کے اندر ہو" (سنن دار قطنی بحوالہ تفسیر ابن کثیر: ج۱، ص۲۸۳)
(۵) اور دوسری روایت میں ہے:
"وما كان بعد الحولين فليس بشئ" (ابن کثیر ایضاً)
"اور جو دو سال کے بعد ہے وہ کچھ نہیں" یعنی دو برس کے بعد رضاعت نہیں ہے۔
(۶) حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:
"اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو مکمل مدت تک دودھ پلائیں اور یہ مدت دو سال ہے اور دو سال کے بعد رضاعت کا کوئی اعتبار نہیں، اسی لئے ارشاد فرمایا کہ یہ اس کے لیے ہے کہ جس کا ارادہ مدت رضاعت پوری کرنا ہے اور اکثر ائمہ کرام اس طرف گئے ہیں کہ رضاعت دو برس کے اندر اندر ہے اور جب بچے کی عمر دو سال سے زائد ہو جائے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی"
(۷) امام ترمذی فرماتے ہیں:
"عنوان: رضاعت وہی معتبر ہے جو چھوٹی عمر میں دو سال کے اندر اندر ہو...... اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
"رضاعت وہی معتبر ہے کہ جس میں آنتیں دودھ سے بھر جانے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور یہ دودھ پلانا دودھ پلانے کی مدت (دو سال) کے اندر اندر ہو"
اور اس دودھ سے اس کا گوشت پیدا ہوتا ہے۔ پس وہ دودھ پلانے والی کا گویا جز بن جاتا ہے اور وہ حرمت میں اس خاتون کی اولاد کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ گویا کہ فرمایا: "رضاعت وہی معتبر ہے جو بھوک کے وقت کفایت کرتی ہو یا بھوک کے وقت کی خوراک جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ﴾ "جس نے انہیں بھوک میں کھلایا" اور اس حدیث کے شواہد میں

سے جناب عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ ”رضاعت وہی قابل اعتبار ہے جس کے ذریعے ہڈیاں سخت (مضبوط) ہوں اور جو گوشت پیدا کرے“۔ اس حدیث کو امام ابوداود نے مرفوع و موقوف (دونوں طریقوں سے بیان کیا ہے) اور اُمّ سلمہؓ کی حدیث میں ہے: ”رضاعت وہی معتبر ہے کہ جس میں آنتیں دودھ سے بھر جانے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں“ [اس حدیث میں آگے یہ الفاظ بھی ہیں: "وکان قبل الفطام" اور یہ دودھ پلانا دودھ پلانے کی مدت (دوسال) کے اندر ہو (ابوجابر)] امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ الرضعة الواحدة (ایک بار دودھ پینا) حرمتِ رضاعت ثابت نہیں کرتا، اس لئے کہ وہ بھوک کے لئے کفایت نہیں کرتا۔ اور جب انہوں نے دودھ پینے کی تعداد کے لیے اس حدیث سے دلیل لی ہے تو پھر اولیٰ ہے کہ وہ انداز اختیار کیا جائے جو شریعت نے مقرر کیا ہے اور وہ خمس رضعات (پانچ بار دودھ پینا) ہے“ (فتح الباری)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حرمتِ رضاعت اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ مندرجہ ذیل شرائط اس میں موجود نہ ہوں:

(۱) بھوک کے وقت بچہ کی خوراک دودھ ہی ہو اور یہ عرصہ بچے کی پیدائش سے لے کر دوسال تک ہوتا ہے

(۲) رضاعت وہی معتبر ہے کہ جس میں دودھ پینے سے بچے کی ہڈیاں مضبوط ہوں اور اس دودھ سے بچے کے جسم میں گوشت پیدا ہو۔

(۳) بچہ دودھ اس قدر پئے کہ دودھ سے اس کی آنتیں بھر جائیں اور بھرنے کے بعد پھول کر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور ظاہر ہے کہ یہ صورت ایک یا دو قطرہ دودھ پینے سے یا ایک مرتبہ اور دو مرتبہ دودھ چوسنے سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح دودھ پینے کا یہ عمل مدتِ رضاعت (جو دو سال تک ہے) کے اندر اندر ہو۔

ان تمام احادیث کے مجموعے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ ایک یا دو قطرہ دودھ سے یا ایک بار یا دو بار دودھ چوسنے سے نہ تو بچے میں گوشت پیدا ہو سکتا ہے، نہ اس کی ہڈیاں مضبوط ہو سکتی ہیں اور نہ اس کی آنتیں دودھ کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہو سکتی ہیں۔ بچے کی ہڈیوں کا مضبوط ہونا

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم اصحاب رسول اللہ ﷺ وغیرہ کا اس حدیث پر عمل ہے (اور ان کا کہنا ہے کہ) رضاعت وہی معتبر ہے کہ جو دوسال کے اندر اندر ہو اور جو رضاعت دو کامل برس گزر جانے کے بعد ہو تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (تفسیر ابن کثیر، ج۱ ص۲۸۳)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

ابوجابر عبداللہ دامانوی
truemaslak@inbox.com

بشکریہ ماہنامہ ”محدث“ لاہور
ج ۳۲ ش ۹ ستمبر 2000ء